

حصول آزادی میں اسلوب دعوت "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سے اختصاصی مطالعہ"

Methods of Da'wat in the Achieving freedom "Specific Study from the life of Sahabah kiram (May Allah bless them and grant them peace)

Zabrijah Ikram

M Phil Scholar, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus,
Punjab, Pakistan.

Email: zibrejahikram17@gmail.com

Hafiz Tariq Mehmood

PhD Scholar, Khwaja Fareed University of Engineering & Information Technology
Email: hafiztariqmehmoodrais@gmail.com

Dr. Muhammad Muavia Khan

Assistant Professor, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus,
Punjab, Pakistan

Email: dr.muaviakhan2872@gmail.com

ORCID ID: <https://orcid.org/0000-0003-1518-3789>

Received on: 13-07-2023

Accepted on: 15-08-2023

Abstract

The Calling position of the Sahaba, (May Allah bless them and grant them peace), in the pursuit of independence, the preaching role and their personal and collective struggle and struggle, is the prominent part of the history of Islam, without which the meaning of Islamic history seems vague and illusory. The work of preaching the call for freedom was not an easy morsel for them to swallow easily, but this work proved to be an iron pick for these brave Mujahideen, in this way they endured as many hardships as they endured. And all the sufferings have been endured with a smile. There are two basic roles in the style of da'wah: one is the supplicant and the other is the invitee. Therefore, the success of the da'wa depends entirely on the personality of the da'ee, because no matter how attractive the subjects of the da'wa may be, if the da'ee's method of da'wah is not proper and he/she does not have the ability to explain the matter to the opponent by adopting different styles according to the situation. If it does, there is no chance of success. what is not understood from one side, the same thing when it comes out in another way, it gets into the heart. The success of the preacher is only in the fact that friends and enemies all cry out that he has paid the right to communicate. according to its special miraculous style, the Holy Qur'an has described the principles of da'wah in these words: "(O Prophet) Call people to the path of your Lord with wisdom and good advice and debate with them in a very good manner". Three basic principles of the style of invitation to religion have been described: wisdom, good preaching and good argument. If the life of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is studied as a claimant of Islam, it can be

clearly felt that he (peace and blessings of Allah be upon him) deviated from these principles while fulfilling the duty of calling and preaching. No, and the same principles can be seen in the Da'wah character of the trained Companions of the Holy Prophet (peace be upon him). How unfit is an untrained Da'i for the Da'wat.

Keywords: Invitation, Independence, Wisdom, Good Preaching, Good Argument, Preaching, Da'wat.

تمہید

حصول آزادی کی نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف کرنے سے ایک مفہوم یہ بھی ذہنوں میں اجاگر ہوتا ہے کہ اس آزادی سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: عقیدہ کی آزادی اہم ترین انسانی حقوق میں سے ایک ہے جس کا اسلام نے اقرار کیا ہے، اور قرآن کریم کی بہت سی اور مختلف نصوص کسی شخص کے اس عقیدے کو قبول کرنے کے حق کی تصدیق کرتی ہیں جس میں اس کا دل مطمئن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایمان اور کفر کے درمیان بھی انتخاب کرنے کی آزادی دے رکھی ہے:

"فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ"۔^(۱)

"اب جو چاہے، ایمان لے آئے، اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔"

اور خدا تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو بھی یہی ہدایت دیتے ہیں کہ جب حق اور بھلائی کا راستہ واضح ہو جائے تو عقیدہ کا انتخاب کرنے کی آزادی کو اس شخص پر چھوڑ دیا جائے۔

اسلام آزادی اعتقاد کو انسانی عقل و ضمیر کے لئے احترام کے اعلیٰ درجے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اسلام میں مذہبی آزادی کی توثیق کا مطلب مذہبی تعدد کو تسلیم کرنا ہے۔ اسلام فکر و یقین کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ بلکہ خدا نے اسے مومنوں پر ایک تکلفی حکم کے طور پر فرض فرمایا ہے، صحابہ کرام نے اس حوالے سے بھی اس فریضے کو احسن انداز میں انجام دیا ہے۔

حصول آزادی میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دعوتی مقام دین کا وہ نمایاں حصہ ہے جس کے بغیر تاریخ اسلامی کی معنویت مبہم بلکہ موہوم نظر آتی ہے۔ کل کائنات میں پھیلا ہوا اسلام کا وسیع دائرہ اور لامحدود جغرافیہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنہری کوششوں، مخلصانہ کوششوں، بے پناہ جدوجہد اور مساعی جمیلہ کی رہن منت ہے۔

صحابہ کرامؓ نے تجارت، زراعت، مختلف ہنر و صنعت، پیشوں اور ملازمتوں کو اختیار فرمایا تھا لیکن حصول آزادی میں اپنی داعیانہ حیثیت اور فریضہ دعوت کی ادائیگی سے وہ کبھی غافل نہیں رہے۔ یہ جذبہ دراصل اس زمانے کی جہالت کی قید سے حصول آزادی کی راہ پر گامزن کرنے کا تھا اور اس کے حصول کا خاص ہتھیار اسلوب دعوت دین تھا، جس کی مرہون منت اسلام کو وہ جلا بخشی گئی جو آج تک اہل اسلام کی روح میں سما ئی ہوئی نظر آتی ہے۔

قرآن مجید نے اپنے مخصوص معجزانہ اسلوب کے مطابق اسلوب دعوت کے اصول ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں:

"أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"۔^(۲)

"(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔" امام فخر الدین رازی نے اسی آیت کی تفسیر میں انسانی معاشرے کو تین معیارات میں تقسیم کیا ہے اور ان کے مطابق انسانی گروہ ان تین معیارات میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

- 1- حکمت کے ساتھ اسلوب دعوت کا رخ علماء کے گروہ کی طرف ہے۔
 - 2- موعظہ حسنہ کے ساتھ اسلوب دعوت کا تعلق فطرت سلیمہ کے حامل لوگوں سے ہے۔
 - 3- مجادلہ حسنہ کے ساتھ دعوت ان لوگوں کو دی جائے جو راہ راست سے ہٹ گئے اور غلط راستے پر پڑ گئے ہیں۔⁽³⁾
- مذکورہ آیت مقدسہ میں اسلوب دعوت دین کے تین بنیادی اصول بیان ہوئے ہیں:

1. حکمت
2. موعظہ حسنہ
3. احسن طریقے سے بحث و مباحثہ

1- حکمت

"لفظ حکمت "ح ک م" سے مشتق ہے اسی مادے سے دوسرا اسم "حکم" ہے۔ لغت نویسوں نے "حکمت" اور حکم کو ہم معنی اور مترادف قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء صفاتی الحکم، الحاکم اور الحکیم اسی سے مشتق ہیں۔"⁽⁴⁾

تاج العروس میں اس سے مراد:

"الْحِكْمَةُ: (الْعِلْمُ) بِحَقَائِقِ الْأَشْيَاءِ عَلَى مَا هِيَ عَلَيْهِ، وَالْعَمَلُ بِمُقْتَضَاهَا"۔⁽⁵⁾

"حکمت اشیا کی حقیقت کو ان کی اصلیت کے مطابق جاننا اور اس علم کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا ہے۔" مختلف مفکرین نے حکمت کی تعریفیں مختلف زاویوں سے پیش کی ہیں جن میں قول و فعل کی پختگی اور درستگی، علم و عقل کے ذریعے اشیا کی حقیقتوں کی شناخت یا اشیا کو ان کے صحیح موقع و محل پر رکھنا ہے۔ قرآن پاک میں حکمت سے مراد وہ دعوت کا طریقہ ہے جس میں مندرجہ بالا تمام خصائص موجود ہوں جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے۔

2- موعظہ حسنہ

دعوت قرآنی کا دوسرا بنیادی اصول "موعظہ حسنہ" ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ:

"وعظ سے مراد ایسی زجر و توبیخ ہے کہ جس میں خوف کی آمیزش ہو مگر جب قرآن نے اس کو "حسنہ" کے ساتھ موصوف کر دیا۔

عبدالقادر جرجانی فرماتے ہیں:

"الموعظة: هي التي تلين القلوب القاسية، وتدمع العيون الجامدة، وتصلح الأعمال الفاسدة"۔⁽⁶⁾

"خیر کا وہ تذکرہ کہ جس سے سخت دل نرم ہوں، آنکھیں اشکبار ہو جائیں اور بد اعمالیوں کی اصلاح ہو جائے۔"
 موعظہ حسنیہ کا تعلق الفاظ و بیان کی خوبیوں سے ہے جس سے کہ داعی کے کلام میں وہ اثر پیدا ہو جو دلوں کو گرمادے۔
 قرآن مجید کے بے شمار صفاتی ناموں میں سے ایک نام موعظہ ہے جو کہ قرآن کریم میں نو (9) مرتبہ وارد ہوا ہے۔ فرمان الہی ہے:
 "يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ"۔ (7)
 اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے۔"
 قرآن کریم نے اسی معنی میں اپنے آپ کو موعظہ قرار دیا ہے کہ وہ حکیمانہ انداز کے ساتھ ساتھ خیر خواہی و محبت کے جذبے سے سرشار ہے۔
 قرآن کریم کی ہر آیت موعظہ حسنیہ کا منہ بولتا ثبوت ہے البتہ چند پہلوؤں کو ذیل میں نمایاں کیا جائے گا۔
 ۱۔ نرمی اور شیریں کلامی

انسان کی فطرت ہے کہ وہ احسان کی جانب مائل ہوتا ہے جبکہ سختی اور شدت اسے متنفر کرتی ہے اور گناہ پر اصرار کا جذبہ مزید بھڑکتا ہے۔ رفیق
 اللہ تعالیٰ کی مبارک صفات میں سے ہے اور یہی نرمی آپ نے انبیاء علیہم السلام کو دے کر دنیا میں بھیجا اور تاکید کی کہ وہ نرم دلی اور شیریں زبان
 اختیار کریں جناب موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے نرم گفتگو کی تاکید کی گئی:
 "اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ"۔ (8)
 "جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہو گیا ہے اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔"
 داعی کو ہر موقع پر نرمی اور شفقت اختیار کرنی چاہیے زبان کی نرمی اور شفقت قلبی و دنیادی محرک ہیں مخاطب کو متاثر کرنے کے۔
 ۲۔ مختصر اور بلیغ

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت ایک ایسا معجزہ ہے جو اعدائے دین کے لیے رہتی دنیا تک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔
 "فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ"۔ (9)
 "تو لے آئیے ایک سورت اس کی مانند۔"
 نبی کریم ﷺ کے دعوتی خطبات میں بھی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اختصار کی جھلک نمایاں ہے۔ آپ ﷺ کے خطبات واضح، دو ٹوک
 اور مختصر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام بھی مختصر و بلیغ خطبے دیا کرتے تھے۔
 حضرت ابو دائل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمار بن یاسر نے ہمیں فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ لوگوں نے اس بیان کی خوب تعریف کی لیکن
 وہ بیان انتہائی مختصر تھا، لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ یہ آپ مزید فرمائیں تو آپ نے فرمایا:
 "إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مِثْنَةٌ مِنْ فِقْهِهِ، فَأَطِيلُوا
 الصَّلَاةَ، وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ"۔ (10)
 "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نماز کو طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی علامت ہے پس تم نماز کو لمبا اور خطبہ کو

مختصر کرو۔"

داعی کا مقصد عام فلسفیوں کی مانند محض دلائل کے انبار اور مسجع و مقفی گفتگو سے مخاطبین کو مرعوب کرنا نہیں ہے بلکہ مدعو کی اصلاح و خیر خواہی ہے۔

س۔ قصص و امثال سے معاونت

تعلیمات الہی کا مقصد فلاح انسانیت ہے لہذا باری تعالیٰ نے تعلیمات کی صداقت و حقانیت کے ساتھ مختلف اسالیب بیان بھی اختیار فرمائے ہیں تاکہ انکار کے اسباب کو کم سے کم کیا جاسکے۔ انہی طریقوں میں سے قصص و تمثیلات ہیں یہ بالواسطہ طریقہ تذکیر فطرت انسانی سے قریب تر ہونے کے باعث انتہائی مؤثر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار دقیق مضامین کو تمثیلی انداز میں بیان فرمایا گیا ہے مثلاً: انفاق فی سبیل اللہ کے اجر کی وسعت بیان فرمائی گئی:

"مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ"۔ (11)

"جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیج کی سی ہے جس نے سات خوشے اگائے ہوں اور ہر خوشے میں سو دانے ہوں۔"

مال خرچ کرنے کا اجر اس قدر ہونا عقل انسانی سے بعید ہے لہذا معنوی بات کو بہترین مثال کے ذریعے سمجھایا گیا۔

3۔ جادو لم بالنتی ہی احسن

"لفظ الجدل" جادل سے مشتق ہے جس کے معنی نزاع، بحث، کٹ چٹتی ہے۔ المجادلۃ علم مناظرہ میں ایسی بحث ہے جس کا مقصد اظہار حق کے بجائے مقابل کو الزام دینا اور خاموش کرنا ہو مباحثہ مع دلائل۔ (12)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

"الجدال، فکأن المتجادلين يفتل كل واحد الآخر عن رأيه"۔ (13)

"الجدل (مفاعلة) کے معنی ایسی گفتگو کرنا کے ہیں جس میں طرفین ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔"

مفتی شفیع عثمانی رقم طراز ہیں:

"مجادلہ سے مراد بحث و مناظرہ ہے اور بالنتی ہی احسن سے مراد یہ ہے کہ اگر دعوت میں کہیں بحث و مناظرہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ مباحثہ بھی اچھے طریقے سے ہونا چاہیے"۔ (14)

یعنی لطف و نرمی کے ساتھ ایسے دلائل پیش کیے جائیں جو مشہور و معروف ہوں۔ قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مجادلے کی ضرورت پیش نہ آئے اور جب نوبت پہنچ جائے تو اس میں کج روی نہ ہو، ایسی دل آزار باتیں نہ ہوں کہ معاملہ طول کھینچے۔ غیر ضروری ابحاث سے گریز کرتے ہوئے حسن خطابت اور دل نشین کلامی کا خاص خیال کیا جائے۔

اسلوب دعوت

اسلوب دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں: ایک داعی اور دوسرا مدعو۔ تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے کیونکہ اسلوب دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پرکشش کیوں نہ ہوں، اگر داعی کا طریق دعوت ڈھنگ کا نہیں ہے اور وہ مخالف کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کر کے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ جو بات ایک پہلو سے سمجھ میں نہیں آتی، وہی بات جب دوسرے انداز سے سامنے آتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔ مبلغ کی کامیابی صرف اس بات میں ہے کہ دوست دشمن سبھی پکارا ٹھیں کہ اس نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ بحیثیت داعی

اگر رسول ﷺ کی زندگی کا مطالعہ داعی اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات بڑی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے فرض کو ادا کرتے وقت ان اصولوں سے سر موخرا ف نہیں کیا جو قرآن مجید نے بیان کیے ہیں کہ داعی کو چاہیے کہ وہ حکمت و تدبر، فہم و دانائی اور طریق حسن کا رویہ اختیار کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخیرہ فرامین میں متعدد بار ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کیا کرو۔

داعی کے کردار، اخلاق اور اس کے رویے سے مدعو کو یہ تاثر بھی ملنا چاہیے کہ اس کی ساری جدوجہد اور جدال و مذاکرہ کا مقصد صرف اور صرف رضائے حق ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے، اسی مقصد کی وضاحت اور حصول کے لیے کہا جا رہا ہے۔ اس میں کسی انانیا ذاتی تفوق و برتری کا شائبہ تک نہیں ہے۔

داعی کے اوصاف

اسلام نے اپنے داعیوں کے کچھ اوصاف مقرر کیے ہیں۔ کوئی بھی داعی ان اوصاف سے آراستہ ہوئے بغیر دعوت کے کارِ عظیم کو نہیں انجام دے سکتا۔ میں نہایت اختصار کے ساتھ ان میں سے چند صفات کا تذکرہ کروں گا، جو بہ ہر حال داعی کے لیے ناگزیر ہیں۔

اخلاص

اخلاص داعی کی ایک اہم صفت ہے۔ اسے دعوت و تبلیغ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی دعوت کا مقصد نام و نمود، عزت و شہرت، مال و دولت یا جاہ و منصب نہیں بل کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہیے۔

معیت الہیہ کا احساس

داعی کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ اپنے علم و ادراک کے لحاظ سے ہمہ وقت اس کے ساتھ ہے، وہی اس کی التجاؤں اور فریادوں کو سنتا ہے، اس کے جملہ احوال و کوائف کو دیکھتا ہے، اس کی مشکل کشائی کرتا ہے اور اُسے دشمنوں کے مکر و دجل سے محفوظ رکھتا ہے اور وہی تنہا

ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کی اس معیت کے احساس میں داعی کی کامیابی کارا زہنہاں ہے۔ یہ احساس داعی کے اندر عزم و حوصلہ، شجاعت و بہادری، ثابت قدمی اور کلفتوں پر صبر کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

صدق بیانی

داعی کے اوصاف میں ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ وہ سچا ہو، جھوٹ سے اجتناب کرتا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ"۔ (15)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو"۔

نرم خوئی

داعی کے اندر رحمت و رافت، رفق و سہولت کا وصف بھی ہونا چاہیے۔ نرم خوئی اسلام کا نہایت قیمتی جوہر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ فرمایا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"۔ (16)

"ہم نے آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

خاکساری

تواضع و خاکساری انسانی اخلاقیات کا ایک اہم گوشہ ہے۔ یہ کبر و غرور کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو خاکساری کا حکم

دیتے ہوئے فرمایا:

"وَأَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ"۔ (17)

"آپ مومنوں کے لیے اپنا بازو جھکاتے رہیں"۔

انفرادی سطح پر دعوت

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ہر فرد تک انفرادی سطح پر دعوت پہنچانے کا اسلوب اختیار کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر افراد تک ذاتی سطح پر بات پہنچائی جائے تو اس کا یقیناً اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اسوہ رسول کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے بھی اس انداز دعوت کو بڑے مؤثر طریقہ تبلیغ کے طور پر اپنایا۔ چنانچہ مکی دور کے ابتدائی سالوں میں کئی لوگوں کا صحابہ کرامؓ کی دعوت پر اسلام قبول کرنا اس طریقہ تبلیغ کی کامیابی کی روشن دلیل ہے۔

علامہ ابن الاثیرؒ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"ان (ابو بکرؓ) کے ہاتھ پر ایک جماعت جن کو ان کے ساتھ محبت و تعلق تھا، اسلام لائی۔ یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ بزرگ بھی ان

کے ہاتھ پر اسلام لائے"۔ (18)

حضرت عثمان بن عفانؓ کے تذکرہ میں ان بعض ناموں کی تفصیل بھی ملتی ہے جنہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ نیز اشارہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ کامیابی انفرادی سطح پر خفیہ دعوت کی بدولت حاصل ہوئی:

"قریش کے لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آتے تھے اور متعدد وجوہ مثلاً علم، تجربہ اور حسن مجالست کی بناء پر ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ آنے والوں اور ساتھ بیٹھنے والوں میں سے جن لوگوں پر ان کو اعتماد تھا ان کو انہوں نے دعوت اسلام دی اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے ان کے ہاتھ پر زبیر بن عوامؓ، عثمان بن عفانؓ اور طلحہ بن عبید اللہ اسلام لائے"۔⁽¹⁹⁾

حضرت ابو بکرؓ کو قریش میں جو مقام و مرتبہ حاصل تھا، جس کی بناء پر وہ قریش میں دعوت و تبلیغ کا فرضہ انجام دیتے رہے، ان کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے ابن ہشام لکھتے ہیں:

"ابو بکرؓ اپنی قوم میں بہت تعلقات رکھنے والے، محبوب، نرم اخلاق، قریش میں بہترین نسب والے تھے، قریش کے انساب کا انہیں تمام قریش سے زیادہ علم تھا اور ان کی اچھائی برائی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ تجارت کرتے تھے، خوش مزاج تھے، ہر ایک سے نیک سلوک کرتے تھے۔ علم، تجارت اور حسن معاملات کے سبب قوم کے تمام افراد آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے تعلقات رکھتے تھے، آپ نے قوم کے ان تمام افراد کو اسلام کی جانب بلانا شروع کر دیا، جن پر آپ کو بھروسہ تھا اور جو کہ آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے تھے"۔⁽²⁰⁾

جن لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ اور کوششوں سے اسلام قبول کیا ابن ہشام نے ان کے نام ذکر کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، ابو عبیدہ بن الجراح، ابو سلمہ، ارقم بن ابی الارقم، عثمان بن مظعون نیز ان کے دونوں بھائی قدامہ اور عبداللہ، عبیدہ بن الحارث، سعید بن زید نیز ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب، اسماء بنت ابی بکرؓ، عائشہ بنت ابی بکرؓ، خباب بن الارت، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن القاری، مسعود بن ربیعہ، سلیط بن عمرو اور ان کے بھائی حاطب، عیاش بن ربیعہ اور ان کی بیوی اسماء بنت سلامہ، عامر بن ربیعہ، عبداللہ بن حنظل اور ان کے بھائی احمد، جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس، حاطب بن الحارث اور ان کی بیوی فاطمہ بنت المجلل، خطاب بن الحارث اور ان کی بیوی فکیمہ بنت یسار، معمر بن الحارث، السائب بن عثمان بن مظعون، المطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف، نعیم بن عبداللہ، عامر بن فہیرہ مولیٰ ابی بکرؓ، خالد بن سعید اور ان کی بیوی امینہ بنت خلف بن اسد، حاطب بن عمرو، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، خالد، عامر، عافل اور ایاس بنو البکیر بن عبدیالیل میں سے، عمار بن یاسرؓ اور صہیب بن سنان"۔⁽²¹⁾

دعوت و تبلیغ کے میدان میں صحابیات نے بھی، باوجود اپنی فطری کمزوریوں کے، صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ کام کیا۔ بعض صحابیات کے متعلق بھی اس طرح کی روایات ملتی ہیں کہ انہوں نے انفرادی سطح پر دعوت و تبلیغ کا کام پوری جانفشانی سے کیا۔

ابن اثیر کی روایت کے مطابق حضرت ام شریکؓ دو سیہ ایک صحابیہ تھیں، جو آغاز اسلام میں مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت

دیا کرتی تھیں۔ قریش کو ان کی مخفی کوششوں کا حال معلوم ہوا تو ان کو مکہ سے نکال دیا۔⁽²²⁾

حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کی استقامت، عزم و استقلال اور دعوت سے متاثر ہو کر حضرت عمرؓ بن خطاب نے اسلام قبول کیا۔⁽²³⁾ مدنی دور میں بھی صحابیات نے انفرادی سطح پر دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیا۔ حضرت ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ وہ خود توفیق مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن ان کے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ام حکیمؓ نے یمن کا سفر اختیار کیا اور ان (عکرمہ بن ابی جہل) کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔⁽²⁴⁾

حضرت ابو طلحہؓ نے حالت کفر میں حضرت ام سلیمؓ کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان، نکاح کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر تم اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہو گا۔ اس کے سوا تم سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ ام سلیمؓ نے ابو طلحہؓ کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے اور ان کو مائل بہ اسلام کرتے ہوئے جو اسلوب اختیار فرمایا وہ ملاحظہ ہو چنانچہ آپؓ نے فرمایا:

یا ابا طلحہ! اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنْ اَلْهَکَ الَّذِیْ تَعْبُدُ نَبْتَ مِنَ الْاَرْضِ، قَالَ: بَلٰی، قَالَتْ: اَفَلَا تَسْتَحِیْ اَنْ تَعْبُدَ شَجَرَةً؟
”اے ابو طلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہارا معبود زمین سے اگا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، فرمایا: پھر تم کو درخت کی پوجا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟“

بالآخر حضرت ام سلیمؓ کی ترغیب اور تبلیغ کے نتیجے میں ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور اسلام ہی ان کا مہر قرار پایا۔⁽²⁵⁾ حضرت عدی بن حاتم اپنے قبیلے کے بادشاہ اور مذہباً عیسائی تھے۔ جب اسلامی فوجوں نے ان کے قبیلہ پر حملہ کیا تو یہ بھاگ کر شام چلے گئے۔ قیدیوں میں ان کی بہن سفانہ بنت حاتم بھی قیدی ہو کر آئیں اور رسول اللہ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے خاندان میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ یہ شام اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس آگئیں اور ان کو اسلام کی طرف بلایا چنانچہ ان کی ترغیب سے عدیؓ اپنی بہن کے ہمراہ مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔⁽²⁶⁾

اجتماعی سطح پر دعوت

مکی دور کے ابتدائی سالوں میں خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں صرف انفرادی سطح پر ہی دعوت ممکن تھی نتیجہ کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ بالآخر جب تبلیغ عام کا یہ حکم نازل ہوا:

"فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ" ⁽²⁷⁾

"آپ کو جو حکم ملا ہے آپ وہ لوگوں کو سنادیں اور مشرکوں کی بالکل پروا نہ کریں۔"

تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام نے بھی عوامی اجتماعات، مجالس، بازاروں، میلوں اور دیگر تقریبات میں اجتماعی سطح پر لوگوں کو دعوت پیش کی اور اس راہ میں بے پناہ مشکلات کا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے یہ اعزاز بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ

کو حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اجتماعی سطح پر دعوت کا فرضہ سرانجام دیا۔ اس لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب اور اعلانیہ تبلیغ کرنے والے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

”جب رسول اللہ کے مرد صحابہ کی تعداد اڑتیس ہو گئی تو صدیق اکبرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کیا کہ اب کھل کر اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ نے فرمایا: اے ابو بکرؓ! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں، لیکن حضرت ابو بکرؓ اصرار کرتے رہے۔ جس پر رسول اللہ انے کھلم کھلا دعوت و تبلیغ کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان مسجد حرام کے مختلف حصوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اسلام میں سب سے پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کی طرف لوگوں کو اعلانیہ دعوت دی۔ مشرکین مکہ ابو بکرؓ اور دوسرے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد حرام کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا جبکہ حضرت ابو بکرؓ کو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے بھی روند گیا۔“ (28)

امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں ایک روایت نقل کی ہے کہ:

مکی دور میں تو صحابیات کے حوالے سے کوئی ایسی روایت معلوم نہیں ہو سکی جس سے معلوم ہو کہ انہوں نے اجتماعی سطح پر دعوت کا کام کیا ہو، تاہم مدنی دور میں صحابیات نے بھی اجتماعی سطح پر دعوت دین کی خدمات انجام دیں۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی اس روایت میں ملتی ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ پانی کی تلاش میں نکلے تو حسن اتفاق سے ایک عورت سے ملاقات ہو گئی جو ایک اونٹ پر سوار تھی اور اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ صحابہؓ نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ پانی یہاں سے ایک دن کی مسافت پر ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے پانی استعمال کیا معجزانہ طور پر پانی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اس عورت نے جب رسول اللہ ﷺ کے اس معجزہ کو دیکھا تو اس کو اسی وقت آپ ﷺ کی حقانیت کا یقین ہو گیا۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو پانی کی قیمت دلوادی جس سے وہ عورت آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہوئی چنانچہ جب یہ عورت واپس اپنے قبیلہ میں گئی تو اس نے نہ صرف اپنے اسلام کا اعلان کیا بلکہ تمام قبیلہ والوں کو بھی اسلام کی دعوت دی چنانچہ تمام لوگوں نے اس کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔“ (29)

ہجرت حبشہ اور اسلوب دعوت دین

جب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود آپ اللہ تعالیٰ سے خالص تعلق اور اپنے چچا ابوطالب کی بدولت آفتوں سے محفوظ ہیں جبکہ آپ کے اصحاب مصائب و آلام کا نشانہ بن رہے ہیں نیز آپ کفار مکہ سے اپنے اصحاب کی حفاظت کرنے سے بھی قاصر ہیں تو ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”لوخر جتم الى ارض الحبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده احد، وهي ارض صدق، حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه۔“ (30)

"اگر تم لوگ سرزمین حبشہ ہجرت کر جاؤ (تو تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ) وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا اور وہ سچائی والی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے، جن میں تم مبتلاء ہو، کوئی کشائش پیدا فرمادے۔"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اہل ایمان نے ماہِ رجب 5 نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی۔⁽³¹⁾

اول اول گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے شرف ہجرت حاصل کیا۔ حضرت عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ بن عبدالاسد، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ، ابوسبرہ بن ابی رہم یا ابو حاطب بن عمرو، سہیل بن بیضاء، عبداللہ بن مسعود، ابو حذیفہ بن عتبہ، اور چار خواتین یہ ہیں۔ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ زوجہ عثمان غنی، سہلہ بنت سہیل زوجہ ابو حذیفہ، سلمہ بنت ابی امیہ زوجہ ابوسلمہ اور لیلیٰ بنت حشمہ زوجہ عامر بن ربیعہ ہیں۔⁽³²⁾

یہ حضرات حبشہ میں بڑی پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے چنانچہ یہ لوگ مکہ واپس آگئے۔ یہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قریش تو پہلے سے بھی زیادہ مسلمانوں کے دشمن بن چکے ہیں۔ اس لئے کچھ لوگ حبشہ واپس چلے گئے اور کچھ مکہ ہی میں ٹھہر گئے۔ اب یہ حضرات پہلے سے بھی زیادہ قریش کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اس بار تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں نے ہجرت کی۔⁽³³⁾

مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے والوں کے علاوہ پچاس مہاجرین کا ایک جتھہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی معیت میں یمن سے حبشہ پہنچا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے:

"ہم یمن میں تھے ہمیں اطلاع ملی کہ نبی کریم اکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ ہم وہاں سے کشتیوں میں سوار ہو کر روانہ ہوئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شرف باریابی حاصل کریں۔ لیکن راستہ میں ہمیں سمندری طوفان نے آلیا اور ہماری کشتیاں حبشہ کے ساحل پر جا لگیں۔ وہاں ہماری ملاقات جعفر بن ابی طالب سے ہوئی چنانچہ ہم نے وہیں اقامت اختیار کر لی اور کئی سال وہاں قیام کیا۔ ہم اس وقت حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ واپس آئے جب کہ خیبر میں سارے قلعے فتح ہو چکے تھے اور ان پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر رسول اللہ نے فرمایا:

لکم انتم یا اہل السفینۃ ہجرتان۔⁽³⁴⁾

"اے کشتی والو! تمہیں دو ہجرتوں کا ثواب ملے گا۔"

یعنی پہلی ہجرت اپنے وطن سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

ابن قیم کا بیان ہے کہ جب مہاجرین حبشہ کو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کی اطلاع ملی تو ان میں سے تینتیس آدمی واپس آگئے۔ جن میں سے سات کو راستہ ہی میں کفار مکہ نے گرفتار کر لیا اور باقی بحیرہ مدینہ رسول اللہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد باقی مہاجرین فتح خیبر کے سال ۷ھ میں واپس آئے۔⁽³⁵⁾

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً واپس چلے آئے جبکہ جو لوگ وہاں رہ گئے تھے ان کو واپس لانے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ الضمری کو ایک خط دے کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ کے خط کے جواب میں نجاشی نے لکھا:

"اما بعد! فقد ارسلت اليك يا رسول الله ﷺ من كان عندي من اصحابك المهاجرين من مكة الى بلادى، وبانا ارسلت اليك ابني اريحا في ستين رجلاً من اهل الحبشة"۔ (36)

"اے اللہ کے رسول! مہاجرین مکہ میں سے جو لوگ میرے پاس آئے تھے انہیں میں آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور میں آپ کی طرف اہل حبشہ میں سے بھی ساٹھ افراد کو اپنے بیٹے اریحاسمیت بھیج رہا ہوں"۔

حبشہ میں مسلمانوں کی دعوتی سرگرمیوں کے حوالے سے یہاں پر ایک روایت قابل ذکر ہے جس سے واضح طور پر یہ اشارات ملتے ہیں کہ صرف مہاجرین حبشہ ہی نہیں بلکہ دیگر حبشی مسلمان بھی قبول اسلام کے بعد دعوت کا کام کسی نہ کسی سطح پر کرتے رہے ہیں۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق جب رسول اللہ نے عمرو بن امیہ الضمری کو مہاجرین حبشہ کو لانے کے لئے نجاشی کے پاس بھیجا تو اتفاق سے عمرو بن العاص، جو حبشہ آئے ہوئے تھے، نے عمرو بن امیہ کو نجاشی کے دربار سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا تو عمرو بن العاص فوراً نجاشی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: جو شخص ابھی ابھی آپ کے دربار سے نکل کر گیا ہے یہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کر دوں۔ نجاشی یہ سن کر انتہائی غضبناک ہوا اور کہا:

"أتسألني ان أعطيك رسول رجل يأتيه الناموس الاكبر الذي كان ياتي موسى لتقله! قال: قلت! ايها الملك، اكذاك هو؟ قال: ويحك يا عمرو! اطعني واتبعه، فانه والله لعلى الحق، وليظهرن على من خالفه، كما ظهر موسى على فرعون وجنوده، قال، قلت: افتبا يعني له على الاسلام؟ قال: نعم، فبسط يده، فبايعته على الاسلام"۔ (37)

"کیا تم مجھ سے قتل کرنے کیلئے ایسے انسان کے قاصد کو حوالے کرنے کی درخواست کرتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آتا تھا؟ اس پر عمرو بن العاص نے عرض کیا: اے بادشاہ! کیا یہ معاملہ ہے؟ نجاشی نے کہا: اے عمرو تیرا ابراہو! میری مان اور جا کر ان کی اتباع کر لو۔ خدا کی قسم! وہ بالکل حق پر ہیں، جس طرح موسیٰ، فرعون اور اس کی افواج پر غالب آئے تھے ٹھیک اسی طرح یہ بھی ان تمام لوگوں پر غالب آئیں گے جو انکے مخالف ہیں۔ (اب حق عمرو بن عاص پر واضح ہو چکا تھا) کہنے لگے! کیا آپ ان کی جانب سے اسلام پر میری بیعت لیں گے؟ چنانچہ نجاشی نے ہاتھ آگے بڑھایا تو انہوں نے اس کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔

چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور واپس مکہ پلٹ گئے۔ کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، تاہم فتح مکہ سے قبل بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان فرمایا"۔ (38)

اس روایت سے یہ بات بہر حال واضح ہو جاتی ہے کہ حبشہ میں فروغ اسلام میں مہاجرین کی کوشش کے علاوہ نجاشی اور دیگر حبشی مسلمانوں کے اثر و رسوخ نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہو گا۔ اس لئے یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کہ حبشہ میں مسلمانوں کی کل تعداد صرف وہی نہ تھی جو

حضرت جعفرؓ کی معیت میں مدینہ حاضر ہوئے بلکہ یہ تعداد یقیناً اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور کتنے ہی نو مسلم وہ ہوں گے جو اپنی مجبوریوں کے باعث مدینہ حاضری سے قاصر رہے۔

چنانچہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ ھ فتح خیبر کے موقع پر باقی ماندہ مسلمانوں کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو اس وفد میں وہ حبشی مسلمان بھی شامل تھے جو مہاجرین حبشہ کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے اور اب رسول اللہؐ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تھے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سے بعض کے نام کتب رجال اور سیر کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

حبشی مسلمانوں میں نجاشی کے بیٹے اریحاک کے علاوہ اس کے دو بھتیجوں ذود جن اور ذومخبر کے نام بھی ملتے ہیں۔⁽³⁹⁾

ابن اثیر نے حضرت ابرہہؓ کے تذکرہ میں بھی آٹھ حبشی مسلمانوں کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں:

بحیرؓ، ابرہہؓ، اشرفؓ، ادیسؓ، امینؓ، نافعؓ اور تمیمؓ اس کے علاوہ حضرت تنامؓ، درید الراہبؓ، ذومہدمؓ، ذومناحبؓ اور عامر الشامیؓ کے نام بھی ملتے ہیں۔⁽⁴⁰⁾

مکی دور میں بعض قبائل کی طرف رسول اللہؐ نے دعوت و تبلیغ کیلئے صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا۔ رسول اللہؐ کی پوری دعوتی زندگی کا یہ اصول رہا ہے کہ جو شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا، آپ اسے اس کے قبیلے، خاندان اور افراد خانہ کے لئے مبلغ مقرر فرمادیتے تھے۔ خصوصاً مکی دور میں اسلام کی جس قدر اشاعت ہوئی اس میں انفرادی دعوت کا کردار بڑا اہم رہا ہے۔

خلاصہ بحث

مخاطبین دعوت و چیزوں سے فوری طور پر متاثر ہوتے ہیں: ایک داعی کا ذاتی کردار اور دوسرا اس کا بات کرنے کا اندازہ کہ وہ کس انداز میں اپنی دعوت کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس لیے ایک داعی کا صرف یہی فرض نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کر دے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مضامین دعوت کو لوگوں کے سامنے اس طریقے سے پیش کرے اور بات اس پیرائے میں کرے کہ ان پر حق پوری طرح آشکار ہو جائے اور بات ہر خاص و عام کی سمجھ میں آجائے اور جن لوگوں کے دلوں میں قبول حق کی کچھ بھی صلاحیت اور تڑپ ہے، وہ اس کو قبول کر لیں۔ اس مقصد کے حصول کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دعوت کی زبان انتہائی مؤثر، داعی کا طرز کلام فطری اور اس کا اسلوب دل نشین ہو۔

داعی کا کام مدعو کے ذہن کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دینا ہے، اس لیے یہ کام اس قدر آسان نہیں۔ اس کے لیے داعی کا صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم ہونا بھی ضروری ہے۔ دعوت حق میں حکیمانہ اندازِ مخاطب کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے سارے اصول پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوتی زندگی میں ان اسالیب کو اختیار کر کے ایک مثال قائم کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ دعوت کے اصول اور اسلوب کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب، چاہے وہ الہامی، اسلام کی

ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو بھی ان کی تلقین اور ہدایت فرمائی جیسا کہ گذشتہ سطور میں اس کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

سفارشات

داعیان اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعلیمات الہی اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں دعوت و تبلیغ کے طریق کار متعین کریں۔ اس حوالے سے درج ذیل نکات کو مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے۔

1. پیغمبرانہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے مدعو سے محبت اور خیر خواہی کو بنیاد بنایا جائے۔
 2. ایسا اسلوب اختیار کیا جائے جس سے لوگ آکٹانہ جائیں اور ان کی دلچسپی برقرار رہے۔
 3. دعوت ایک کل وقتی عمل ہے لہذا داعی کے لیے موقع شناس ہونا ضروری ہے۔ جو نہی مناسب موقع میسر آئے وہ اس سے بھرپور فائدہ حاصل کرے۔
 4. جبر و اکراہ اور شدت پسندی سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے اپنے کردار سے دعوت پیش کرے جس سے لوگ خود بخود راغب ہوں۔
 5. ہر ایسے قول و عمل سے اجتناب کریں کہ جس سے مدعو کی دل آزاری ہو۔ الفاظ کا مناسب و موزوں استعمال کیا جائے جس میں تحقیر و تمسخر کا شائبہ نہ ہو۔
 6. دعوت کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر و استقامت اختیار کی جائے۔
 7. داعی کو ہر موقع پر نرمی و شفقت اختیار کرنی چاہیے جو کہ تصنع اور بناوٹ سے پاک ہو۔
- ان تمام نکات کو ملحوظ رکھنے والی دعوت کے ثمرات یقینی طور پر ظاہر ہوں گے جسے کوئی عصری فتنہ شکست سے دوچار نہ کر سکے گا۔
- ### حوالہ جات

- ¹ - الکھف، 18: 29
- ² - النحل، 16: 125
- ³ - عبد اللہ الاوصیف، ترجمہ: سطوت ریحانہ، قرآن کریم میں استدلال کے مباحث، تعمیر افکار قرآن کریم نمبر 2، شمارہ 9، 10، 8، جلد: 11، ص 37
- ⁴ - الافریقی، محمد بن مكرم بن علی أبو الفضل جمال الدین ابن منظور، لسان العرب، باب المیم، فصل الحاء، (لبنان، بیروت، دار صادر، 1413ھ)
- ج 12، ص 140
- ⁵ - راغب اصفہانی، الحسین بن محمد بن الفضل، المفردات فی غریب القرآن، دار العلم الدار الشامیہ، ص 249
- ⁶ - الجرجانی، عبد القاهر، التعریقات، دار البیان للتراث، بیروت، ص 305
- ⁷ - یونس، 10: 57

- 8۔ طہ، 20: 43-44
- 9۔ البقرة، 2: 23
- 10۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب الجمعة باب تخفيف الصلاة والخطبة، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز المکرمہ، 1417ھ، رقم الحدیث: 2009
- 11۔ البقرة، 2: 261
- 12۔ کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحيد، ادارہ اسلامیات لاہور کراچی 2001ء، ص 241
- 13۔ المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۸۹
- 14۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی، 1392ھ، ج 5، ص 409
- 15۔ التوبہ، 9: 11
- 16۔ الانبیاء، 21: 107
- 17۔ الحج، ۸۸: 22
- 18۔ ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الکریم اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ عبد اللہ بن عثمان ابوبکر الصديقؓ، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ج 3، ص 206
- 19۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ عثمان بن عفان، ج 3، ص 376
- 20۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری، السیرۃ النبویہ، اسلام ابی بکر الصديقؓ، بیروت، لبنان: دار الجیل، 1411ھ، ج 1، ص 286-287
- 21۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ذکر من اسلم من الصحابہ بدعوۃ ابی بکرؓ، ج 1، ص 297
- 22۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ ام شریک الدوسیہ، ج 5، ص 594
- 23۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ فاطمہ بنت الخطابؓ، ج 5، ص 519
- 24۔ ابو عبد السلام بن انس بن مالک، الموطا، کتاب النکاح، باب نکاح المشرک اذا اسلمت زوجته قبلہ، رقم الحدیث: 620
- 25۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر الشافعی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تذکرہ ام سلیم بنت لحان، بیروت، لبنان: دار الجیل، ج 4، ص 461
- 26۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج 2، ص 714
- 27۔ الحجر، 94: 15
- 28۔ عسقلانی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تذکرہ ام الخیر بنت صخر، ج 4، ص 447
- 29۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ، الجامع الصحیح، بیروت، لبنان، دار القلم، کتاب التیمم، باب الصعیذ الطیب وضوء المسلم، رقم الحدیث: 344:
- 30۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ذکر الحجۃ الاولیٰ الی ارض الحبشہ، ج 1، ص 358
- 31۔ ابن قیم، ابو عبد اللہ محمد ابوبکر زرعی، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، کویت: مکتبۃ المنار الاسلامیہ، 1986ء، ج 3، ص 23
- 32۔ علامہ شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ج 1، ص 149-150

- 33 - ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج 3، ص 23
- 34 - بخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ الحبشہ، رقم الحدیث: 3876
- 35 - ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، زاد المعاد، ج 3، ص 26
- 36 - محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، الوثائق السیاسیہ فی العهد النبوی والخلفاء الراشدہ، ص 49
- 37 - ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ذکر اسلام عمرو بن العاص و خالد بن الولید، ج 3، ص 304
- 38 - ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ذکر اسلام عمرو بن العاص و خالد بن الولید، ج 3، ص 304
- 39 - اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ ذو مجبر، ج 2، ص 144
- 40 - اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ ابرہہ، ج 1، ص 44

References

1. Al-Kahaf, 29:18.
2. Al-Nahal, 125:16.
3. Abdullah Al Walseef, Tajuma, Satwat Rehana, Quran Kareem main Istadlal ke Mubahis, Tameer Afkar Quran Kareem No. 2, Shumara 8, 9, 10, Juld: 11, p. 37.
4. Al-Afraqi, Muhammad bin Mukaram bin Ali Abu Al-Fazal Jamal u din ibn Manzoor, Lisan Al Arab, Bab Al-Meem, Fasal AlHai, (Bebanon, Beirut, Darul Sadir, 1414 Hijri), Vol: 12, p. 140.
5. Raghieb Asfhani, Al Hussain bin Muhammad bin Al-Mufadil, Almufardat fi Gharib al Quran, Darul Ilm al Darul Shamiyat, p 249.
6. Al-Jarjani, Abdul Qadir, Al-Tareefat, Darul Bayan, Lil Tras, Beirut, p. 305.
7. Younus, 57:10.
8. Ta'uha, 43, 44:20.
9. Al-Baqarh, 261:2.
10. Imam Abu Al Hussain Muslim bin Hajjaj Qasheeri, Al-Jamia al Saheeh al Muslim, Kitab Al-Jumat, Bab Takhfeef al-Salat wa Khutbat Nazar, Mustafa al Baaz Makkah Mukarramh, 1417 Hijri, Raqam Al Hdeeth: 2009.
11. Al-Baqarah, 261:2.
12. Keranvi, Moulana Waheed Al Zaman Qasmi, Al Qamoos Al Waheed, Idara Islamiyat, Lahore, Karachi, 2001, p. 241.
13. Al-Mufradat fi Gharib al Quran, p 189.
14. Mufti Muhammad Shafiq, Muarif Al Quran, Idara al Muarif Karachi, 1392 Hijri, Vol: 5, p. 409.
15. Al-Toobah, 11:9.
16. Al-Aumbiya, 107:21.
17. Al-Hajj, 22:88.
18. Ibn Aseer, Abu Al Hassan Ali bin Muhammad bin Abdul Kareem Asad al Ghaba fi Muarifat al Sahaba, Tazkirah Abdullah bin Usman Abu Bakar Siddique (R.A), Beirut, Lebanon, Darul Kutub Ilmiya, Vol: 3, p. 206.
19. Asad Al Ghaba fi Muarift al Sahaba, Tazkirah Usman bin Afan (R.A), Vol: 3, p. 376.
20. Ibn Hasham, Abu Muhammad Abdul Malik Hameeri, Al-Aseert al Nabuwat, Islam Abu Bakar Siddique (R.A), Beirut, Darul Heel, 1411 Hijri, Vol: 1, p. 286, 287.
21. Ibn Hasham, Al-Aseert al Nabuwat, Zikar Mun Aslammin al Sahabat Badoo tabu Bakar (R.A), Vol: 1, p. 297.
22. Asad Al Ghaba fi Muarift al Sahaba, Tazkirah Ume Shareek, Al-Dossiyya, Vol: 5, p. 594.
23. Asad Al Ghaba fi Muarift al Sahaba, Tazkirah Fatima bint Al-Khitab (R.A), Vol: 5, p. 519.

24. Abu Abdullah Malik bin Anus bin Malik, Al Mouta, Kitab al Nikkah, Bab Nikkah al Mushrik Az aslumt zojat qibla, Hadeeth: 620.
25. Asqilani, Ahmed bin Ali bin Hajar al Shafi, al Saba fi Tameeyaz al Sahaba, Tazkirah Umee Saleem bint Malhan, Beirut, Lebanon, Darul Jaleel, Vol: 4, p. 461.
26. Ibn e Hasham, Al Aseert al Nabuwat, Vol: 2, p. 714.
27. Al-Hijar, 15:94.
28. Asqalani, Al Sabah fi Tameez al Sahaba, Tazkirah Umee al Khair (R.A) bint Sakhar, Vol: 4, p. 447.
29. Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail bin Ibrahim bin Mugherah, Al Jamiya al Saheeh, Beirut, Lebanon, Darul Qalam, Bab al Saeed al Tabeeb Wazooi al Muslim, Hadeeth: 344.
30. Ibn e Hasham, Al Aseert al Nabuwat, Zikar al Hijrat al Awal Arzth al Habsha, Vol: 1, p. 358.
31. Ibn e Qeem, Abu Abdullah Muhammad Abu Bakar Zarai, Zad ul Miyad fi Hadi Khair ul Ibad, Kuwait, Maktabah Al Munar Islamiyah, 1986, Vol: 3, p. 23.
32. Allama Shibli Noumani, Moulana Syed Suleman Nadvi, Seerat ul Nabi S.A.W, Vol: 1, p. 149-150.
33. Ibn e Qeem, Zad ul Miyad fi Hadi Khair ul Ibad, Vol: 3, p. 23.
34. Bukhari, Al Jamiya al Saheeh, Kitab Munafiq al Ansar, Bab Hijrat al Habsha, Hadeeth: 3876.
35. Ibn e Qeem, Zad ul Miyad fi Hadi Khair ul Ibad, Zad ul Miyad, Vol: 3, p. 26.
36. Muhammad Hameedullah, Dr, Al Wasaiq al Siyasat fi Al Ahd-e-Nabavi wa al Khilafat Rashida, p. 49.
37. Ibn e Hasham, Al Aseert al Nabuwat, Zikar Islam Umroo bin al Aas wa Khalid bin Waleed (R.A), Vol: 3, p. 304.
38. Ibn e Hasham, Al Aseert al Nabuwat, Zikar Islam Umroo bin al Aas wa Khalid bin Waleed (R.A), Vol: 3, p. 304.
39. Asad al Ghaba Muarifat al Sahaba, Tazkirah Zomukhbir, Vol: 2, p. 144.
40. Asad al Ghaba Muarifat al Sahaba, Tazkirah Abariha, Vol: 1, p. 44.